مولانا ارشاد الحق صاحب
ادارہ علوم اثریہ لائلپور

قسط نمبر (۴)
گزشتہ سے پیوستہ

احسن الکلام

اور پھر حافظ ابن حزم رح اور ان کی متابعت میں علامہ الجزائری وغیرہ سے مولانا صفدر صاحب کا یہ نقل کرنا کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافق بھی ہوتے تھے اور مرتد بھی لہذا جب تک راوی صحابی کا نام نہ بیان کرے گا اور اس کا صحابی ہونا نہ معلوم ہو جائے گا تو اس کی روایت قبول نہ ہوگی" (احسن الکلام)

بظاہر بڑا وزنی اعتراض ہے لیکن اگر معمولی غور و فکر سے کام لیا جائے تو محض احتمال آفرینی سے بڑھ کر اس کی کوئی حقیقت نظر نہیں آتی۔ کیا فی الجملہ ایسا کوئی واقعہ کتب رجال و احادیث میں ملتا بھی ہے کہ تابعی نے صحابی جان کر کسی سے روایت کی ہو یا درحقیقت وہ منافقین کا سرغنہ ہو یا مرتد ہو؟۔

دور فتن میں جب سیاسی دھڑوں نے مذہبی رنگ اختیار کیا اور اپنی تائید و حمایت میں احادیث وضع کرنا شروع کیں تو ان حالات میں حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول تو ملتا ہے۔

"فلما رکب الناس العصبة والذلول لم نأخذ من الناس الا ما نعرف" (مقدمہ مسلم ص۱)

اسی طرح امام ابن سیرینؒ سے منقول ہے کہ فرمایا کرتے۔

"لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم" (مقدمہ ص۱۱)

یعنی دور فتن کے وقت ہم نے رجال کی چھان بین شروع کی لیکن نفاق و ارتداد کا یہ احتمال کہیں نظر نہیں آتا۔ وہ تو اس قسم کے خطرات سے بخوبی واقف تھے لیکن قدر لو دی بات ہے کہ صحابہ کرام و تابعین

منظام کی توجہ ایک مدت بعد اس خطرہ کی طرف مبذول ہوئی اور استاد کی چھان پھٹک ضروری سمجھی لیکن خود آنحضرت کے دورِ مسعود کے منافقین کی طرف توجہ نہ دی ازراہ انصاف فرمایئے کہ ہے کوئی جان اس اعتراض میں؟۔

اس کے بعد مولانا صفدر صاحب کا لکھنا کہ حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ

"بسا اوقات صحابی کو تابعی اور تابعی کو صحابی سمجھ لینے میں غلطی ہوجاتی ہے جیسے کہ بعض نے محمد بن ربیع اور عبدالرحمٰن بن غنم کو صحابی سمجھ لیا ہے لیکن علی الاصح وہ صحابی نہ تھے"۔ درحقیقت "ظلمات بعضھا فوق بعض" کا مصداق ہے۔ جبکہ بحث تابعی کے قول "رجل من اصحاب النبی" پر ہے نہ کہ اس کے بعد کسی محدث یا مورخ کا کسی کو صحابی باور کر لینے میں۔ ہم مولانا صاحب کی خدمت میں عرض کریں گے کہ سنن ومسانید کی کتابوں سے یہ دکھلائیں کہ محمد بن ربیع اور عبدالرحمٰن کو کسی تابعی نے صحابی سمجھتے ہوئے "عن رجل من اصحاب النبی" کے الفاظ سے روایت کی ہے"۔

عبدالرحمٰن بن غنم کے متعلق بلاشبہ حافظ سیوطی کی یہ رائے ہے کہ وہ علی الاصح تابعی ہیں۔ لیکن انہیں صحابی باور کرنے والا کوئی تابعی نہیں بلکہ امام لیث، ابن یونس اور ابن لہیعہ ہیں۔ اور امام احمد نے اپنی مسند ص ۲۲۷ ج ۴ میں اس کی مسند روایات ذکر کی ہیں، (تہذیب ص ۲۵۰ ج ۲، فتح المغیث للعراقی ص ۵۹ ج ۴)

امام بخاری بھی فرماتے ہیں کہ "ان لہ صحبۃ" حافظ ابن حجر کا انداز بھی قریب قریب یہی ہے جبکہ "الاصابۃ" کی القسم الاول میں اسے ذکر کیا ہے اور اس کی روایات نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔

"فھذہ الاحادیث تدل علی صحبتہ"

بلکہ حافظ سخاوی کا خیال ہے کہ عبدالرحمٰن بن غنم نامی دو راوی ہیں اور دونوں اشعری ہیں ایک ان میں صحابی ہے اور دوسرا تابعی ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

"ان ابن لھیعۃ واللیث قالا لہ صحبۃ وکذا حکاہ ابن مندہ عن یحیی بن بکیر عنھما واثبتھما ایضا البخاری وابن یونس وغیرھما واخرج احمد وغیرہ من احادیثہ ما یدل کما قال شیخنا (ای ابن حجر) الصحبۃ نعم لھم عبد الرحمن بن غنم الاشعری اخر تفقہ بہ اھل دمشق فلعلہ الذی ظنہ المؤلف، ومع ذلک فلہ ادراک یبحث فی مخضرمین وقال

فیہ ابن حبان زعموا ان لہ صحبۃ ولیس ذلک بصحیح عندی"۔ انتہی۔

(فتح المغیث للسخاوی ص ۱۵۵، ۱۵۶ ج ۳)

الغرض عبدالرحمٰن بن غنم کے متعلق محدثین کا اختلاف ہے۔ انہیں تابعی تسلیم کر لیا جائے پھر بھی اس مسئلہ میں تمثیلاً انہیں ذکر کرنا صحیح نہیں۔ رہے محمد بن ربیع الجیزی تو وہ قطعاً صحابی نہیں اور نہ کسی نے انہیں صحابی کہا ہے۔ مولانا صفدر صاحب نے دراصل عجلت سے کام لیا اور علامہ سیوطی کے کلام کو سمجھنے میں معمولی غور و فکر سے بھی کام نہ لیا ورنہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتے مولانا صاحب سے یقیناً سہو ہوا ہے۔ جبکہ عبارت منقولہ میں محمد بن ربیع عنہ کا فاعل ہے پھر اس کی صراحت دیگر کتب تراجم و اصول سے بھی ہوتی ہے۔ اے کاش وہ دیگر کتب کو دیکھنے کی بھی زحمت فرما لیتے۔

حافظ عراقی کے الفاظ میں اصل عبارت یوں ہے۔

"کثیرا ما یقع ذلک فیمن یرسل من التابعین کما عن محمد بن الربیع الجیزی عبد الرحمٰن بن غنم الاشعری فیمن دخل مصر من الصحابۃ الخ

(فتح المغیث للعراقی ص ۵۹ ج ۳)

محمد بن ربیع غالباً دوسری صدی ہجری کے مؤرخ ہیں اور "من دخل مصر من الصحابۃ" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ جس کا ذکر حافظ سخاوی نے اعلان بالتوبیخ ص ۱۰۵ میں کیا ہے۔ مولانا عبدالحیؒ نے لکھا ہے کہ حافظ سیوطی نے ان کے اس رسالے کا اختصار "حسن المحاضرۃ" میں درج کیا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں۔

المحمد بن ربیع الجیزی رسالۃ فیمن دخل منھم وقد اختصرھا جلال الدین السیوطی وادرج مختصرا فی کتاب حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاھرۃ" (ظفر الامانی ص ۳۱۸)

حافظ سخاوی نے محمد بن ربیع کی ایک اور کتاب "قضاۃ مصر" کے نام سے بھی ذکر کی ہے۔ ملاحظہ ہو اعلان بالتوبیخ ص ۲۰۵۔ لہٰذا مولانا صفدر صاحب سے جہاں محمد بن ربیع کو صحابی یا تابعی سمجھنے میں غلطی ہوئی وہاں انہیں اور عبدالرحمٰن کو بحث "رجل من اصحاب النبی" میں بطور نظیر پیش کرنا بھی صحیح نہیں۔

اس کے بعد مولانا صفدر صاحب کا حافظ ابن حجر اور علامہ الجزائری وغیرہ سے صحیح حدیث کی یہ تعریف نقل کرنا۔

"صفۃ الحدیث الصحیح ان یروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابی زائل عنہ اسم الجہالۃ"

بڑا عجیب ہے۔ جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے امام حاکم وغیرہ کے اس نظریہ کی تردید کی ہے چنانچہ ان کے الفاظ ہیں۔

" ولیس شرطاً للصحیح خلافاً لمن زعمه وهو ابو علی الجبائی من المعتزلة والیه یومی کلام الحاکم ابی عبد الله فی علوم الحدیث حیث قال هو الذی یرویه الصحابی الذی ازیل عنه اسم الجهالة " (شرح نخبۃ الفکر)

اسی طرح امام نووی نے مقدمہ مسلم میں امام حاکم جو قول نقل کیا ہے تو اولاً انہوں نے یہ تعریف اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث کی نقل کی ہے ثانیاً آگے چل کر امام نووی نے خود ہی امام حاکم کے اس قول کی تردید بھی کی ہے۔

رہے علامہ الجزائری تو یہ انواع و فصول دراصل "معرفۃ علوم الحدیث" للحاکم ہی کا اختصار ہیں جیسا کہ "توجیہ النظر" کے ص ۱۶۲ اور ص ۲۰۳ میں خود مؤلف نے تصریح کر دی ہے۔ اور جہاں تک امام حاکم کی اس تعریف کا تعلق ہے تو علامہ الجزائری نے ص ۱۷۰/۱۷۷ پر بالتفصیل اس پر نقد و تبصرہ کیا ہے اور امام حاکم کے کلام کی توجیہ کی ہے ناظرین کرام خدارا انصاف فرمائیے کہ جن علمائے فن سے مولانا صفدر صاحب نے یہ قول نقل کیا ہے۔ ان تمام بزرگوں نے امام حاکم کے اس نظریہ کو صحیح قرار نہیں دیا لیکن مولانا صفدر صاحب کی دیانت کی پھر "داد" دیجئے کہ وہ یہاں کس قدر ہاتھ کی صفائی کا کرتب دکھاتے ہوئے اس پر پردہ ڈال رہے ہیں۔ حقیقت ہمیشہ حقیقت ہوتی ہے خواہ کس قدر ملمع سازی سے اسے چھپانے کی کوشش کی جائے وہ چھپتی کب ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اس قسم کی تدلیس تلبیس کو کبھی بمشورہ شیخ سعدی شیرازی قابل التفات نہ سمجھا جائے۔

اور پھر " المحلی" کے حوالجات کے متصل بعد جب ہماری نظر ان الفاظ پر پڑی کہ " اسی کے قریب مسک الختام ص ۴ ج ۱ میں ہے" تو ہمارے تعجب کی انتہا نہ رہی جبکہ مسک الختام میں حافظ ابن حزمؒ اور امام بیہقیؒ کے نظریہ کا ابطال ہے نہ کہ تائید۔ حضرت النواب کے الفاظ ہیں۔

" در سبیل گفتہ قول مصنف اشارت ست بسوے قول بیہقی یا قول ابن حزم کہ یکے از روات وے ضعیف است اما اول پس ازیں جہت کہ ابہام صحابی مضر نیست بسبب آنکہ صحابی ہمہ عدول اند الخ " (مسک الختام ص ۴ ج ۱)

ناظرین یہ ہے وہ اصل عبارت جسے مولانا صفدر صاحب نے " تقریباً " کے لفظ میں پیش کرتے ہوئے اپنی دعویٰ پر استدلال کیا ہے۔ حالانکہ حضرت النواب امام بیہقی اور امام ابن حزم کے قول پر نقد فرماتے ہیں

اور اس کے متصل بعد فتح الباری سے نقل کرتے ہیں کہ "رجالہ ثقات لم تقف لہ علی علۃ" اس مزاحمت کے بعد یہ کہنا کہ "اسی کے قریب مسلک التخام میں ہے" کہاں تک صحیح ہے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت النواب کی اصول پہ مدونہ کتب موجود ہیں ان میں بھی انہوں نے اس سلسلہ سند کو متصل اور صحیح کہا ہے۔ جیسا کہ آئندہ اس کی تفصیل آ رہی ہے۔

لیکن ان تصریحات کے باوجود نواب صاحب کے کلام کو ان کے مقصد کے خلاف غلط پیرائے میں پیش کرتے ہوئے قریب قریب کی ترجیح لگانا اس "فن" میں مولانا صفدر صاحب کے "کمال" کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے پھر تعجب اور صد حیف کہ یہ سارے "کرتب" کمال درجہ زہد و تقویٰ کے ساتھ دکھائے جا رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

روایت "رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے متعلق جمہور علماء کے اقوال کی نشان دہی سے قبل علامہ الصیرفی کے اس قول کو بھی دیکھ لیجئے جسے مولانا صفدر صاحب نے بایں الفاظ نقل کیا ہے۔

"جب تابعی ایسے ہی رجل من الصحابۃ سے عنعنہ کرے تو وہ روایت کسی صورت قابل قبول نہ ہوگی" ص ۱۱۲ بلاشبہ علامہ عراقی نے "التقیید والایضاح" میں اسی قول کے متعلق "وھو قول متجہ" کہا ہے لیکن حافظ ابن حجر اس پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قلت سلامتہ من التدلیس کافیۃ فی ذلک اذ مدار ھذا علی قوۃ الظن بہ وھی حاصلۃ فی ھذا المقام" "النکت لابن حجر" (خطی ص۱۶۱ من نسختی) یعنی غیر مدلس کا عنعنہ محمول علی السماع ہوتا ہے تو تابعی کا مدلس نہ ہونا ہی اس کے اتصال پر کافی دلیل ہے جبکہ اس قسم کے قوانین کا دار و مدار ظن غالب پر ہے۔ مولانا صفدر صاحب کے وہ علامہ نیموی نے بھی آثار السنن ص ۸۲، ۱۸۸ طبع ملتان میں یہ اصل ذکر کیا ہے لیکن مقام تعجب ہے کہ ص ۵۶ پر باب ما جاء فی اذان الفجر میں حدیث عن امراۃ من بنی نجار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"قال الحافظ فی الدرایۃ اسنادہ حسن"

اور پھر اس پر کسی قسم کا نقد نہیں کیا۔ حالانکہ امراۃ من بنی نجار سے روایت کرنے والے عروہ تابعی ہیں۔ مزید یہ کہ اس میں ابن اسحاق ہیں اور ان کی یہ روایت معنعن ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہاں یہ دوہری

بلکہ تیسری خاموشی چہ معنی دارد ؟ ۔

الغرض علامہ العیرفی کا یہ اصول جسے حافظ عراقی نے صحیح تسلیم کیا ہے صحیح نہیں حافظ ابن حجر اور ان کے شاگرد رشید حافظ سخاوی نے فتح المغیث میں اس کی تردید کی ہے اور علامہ نیموی بایں ہمہ کہ اس اصول کی تائید و حمایت کرتے ہوئے مخالفِ مسلک روایت پر اس سے تنقید کرتے ہیں لیکن دوسرے مقام پر موافقِ مسلک روایت پر اس کی تحسین نقل کرتے ہوئے خاموشی سے گزر جاتے ہیں۔ جیسا کہ عموماً ان کی عادت مبارکہ ہے ۔

ناظرین کرام آپ نے اندازہ کر لیا ہو گا کہ حدیث " رجل من اصحاب النبی " کو مرسل ثابت کرنے کے لیے مولانا صفدر صاحب نے جن دلائل کا سہارا لیا ہے ہم نے بتوفیقِ ایزدی ہر ایک کا مدلل و مسکت جواب دیا ہے۔ ہماری تتبع کے مطابق مولانا صفدر صاحب امت میں چھٹے بزرگ ہیں جنہوں نے اس سلسلہ سند کو مرسل قرار دیا ہے ۔ (۱) امام بیہقی (۲) حافظ ابن حزم (۳) علامہ الخطابی (۴) علامہ نیموی (۵) مولانا عبدالعزیز گوجرانوالوی (۶) مولانا صفدر صاحب ۔

مؤخر الذکر بزرگ نے دراصل علامہ نیموی اور مولانا عبدالعزیز کے کلام ہی کو لفظی ہیر پھیر سے پیش کیا ہے اور کوئی نئی بات نہیں کی۔ البتہ امام حاکم کے قول سے ان کا استدلال جہاں نیا ہے نرالا بھی ہے جس کی حقیقت آپ پہلے دیکھ چکے ہیں۔ ان کے پیش رو بزرگ اس استدلال کی کمزوری کو سمجھتے تھے اس لیے خاموش رہے لیکن مولانا صاحب چونکہ رطب و یابس جمع کرنے کے عادی ہیں، کتاب کا حجم بڑھا کر رعب جمانا ان کا مقصد نظر آتا ہے اگرچہ فی الواقعہ وہ دلائل وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت ہی کا مصداق کیوں نہ ہوں۔

ان گزارشات کے بعد اس مسئلہ میں علمائے امت کے اقوال اور ان کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں

(۱) امام الاثرم فرماتے ہیں۔

"قلت لاحمد بن حنبل اذا قال رجل من التابعین حدثنی رجل من الصحابۃ ولم یسمہ فالحدیث صحیح ؟ قال نعم" تدریب الراوی ص ۱۱۹ ۔ الجوھر النقی ص۴۰ ج ۱ وغیرہ

یعنی میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ سے سوال کیا کہ جب تابعی "حدثنی رجل من الصحابۃ" سے روایت کرے اور اس کا نام نہ لے تو کیا وہ حدیث صحیح ہے ؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں صحیح ہے ۔

(۲) امام بخاری رحمہ اپنے استاد امام حمیدی سے نقل کرتے ہیں ۔

"اذا صح الاسناد عن الثقات الی رجل من الصحابة فهو حجة" (تدریب الراوی ص۱۱۹ وغیرہ)

(۲) امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی "الصحیح" میں اسی طریق سے روایات نقل کی ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ سلسلہ سند ان کے نزدیک صحیح ہے۔ چنانچہ علامہ ماردینی حنفی، امام بیہقی کے مسلک (جیسے مولانا صفدر صاحب نے نقل کیا ہے) کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ان مثل هذا لیس بمرسل بل هو متصل لان الصحابة کلهم عدول فلا تضرهم الجهالة"

اس کے چند سطور بعد فرماتے ہیں۔

"وقد اخرج البخاری فی صحیحه حدیث ابن ابی لیلی حدثنا اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم نزل رمضان فشق علیهم فکان من اطعم کل یوم مسکینا ترك الصوم الحدیث (انظر البخاری ص ۲۶۱ ج ۱) واخرج ایضا حدیث صالح بن خوات عمن صلی مع النبی صلی الله علیه وسلم یوم ذات الرقاع (انظر البخاری ص۵۹۲ ج ۲، مسلم ص ۲۷۹ ج ۱) واخرج مسلم (ص ۵۷ ج ۱) فی صحیحه حدیث ابی سلمة بن عبد الرحمٰن وسلیمان بن یسار عن رجل من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم من الانصار . . . . . . ثم اخرج من حدیثهما ایضا عن ناس من الانصار عن النبی صلی الله علیه وسلم بمثل ذلك ولو کان هذا واشباهه مرسلا لم یحتج به الشیخان فی صحیحهما" الخ (الجوهر النقی ص۱۹۱ ج ۱)

علامہ الماردینی کا یہی عائد کردہ اعتراض ہم مولانا صفدر صاحب اور انہی کے ہم فکر معدودے چند اصحاب کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ کیا صحیحین کی ان تمام روایات کو مرسل یا منقطع قرار دیا جائے گا؟۔

(۳) حافظ ابن حجر علامہ ماردینی کے اسی نقد کو نقل کرتے ہوئے "النکت" میں فرماتے ہیں۔

"قد بالغ صاحب الرد النقی فی الانکار علی البیهقی بسبب ذلك وهو انکار متجه"

نیز انہوں نے متعدد مقامات پر اس سلسلہ سند کو صحیح قرار دیا ہے چنانچہ "بلوغ المرام" کی چھٹی حدیث من رجل صحب النبی صلی الله علیه وسلم نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ اسنادہ صحیح، اور

اسی حدیث کے متعلق فتح الباری: ۵۰۰ ج ا میں لکھتے ہیں۔

"ان رجالہ ثقات ولم نقف لہ علی علۃ"

ظاہر ہے حافظ ابن حجر کے نزدیک یہ سلسلہ سند حدیث کی تضعیف کے لیے وجہ تعلیل نہیں ۱۲۔

(۴) علامہ امیر یمانی حدیث محولہ بالا کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"اشارۃ الی رد قول البیہقی حیث قال انہ فی معنی المرسل ......

فلان ابہام الصحابی لا یضر لان الصحابۃ کلھم عدول عند المحدثین"

(سبل السلام ص ۴۱ ج ۱)

(۵) حافظ ابن قیم رح ایک حدیث پر بحث کے دوران امام ابن حزم رح کے اسی اعتراض کہ "رجل من اصحاب النبی" مجہول ہے، کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اما العلۃ الثانیۃ فباطلۃ ایضا علی اصل ابن حزم واصل سائر اھل الحدیث فان عندھم جہالۃ الصحابی لا تقدح فی الحدیث ثبوت عدالۃ جمیعھم واما اصل ابن حزم فانہ قال فی کتابہ فی اثناء مسئلۃ:۔ کل نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثقات فواضل عند اللہ عزوجل مقدسات بیقین" (تہذیب السنن مع مختصر للمنذری ومعالم السنن ص۱۲۹ ج ۱)

اندازہ فرمائیے حافظ ابن قیم کس انداز سے امام ابن حزم کو الزامی جواب دے رہے ہیں نیز فرماتے ہیں "مجہول" صحابہ کی ایسی سند تمام اہل حدیث کے نزدیک صحیح اور قابل احتجاج ہے۔

(۶) امام ترمذی کا انداز بھی اسی پر شاہد ہے جبکہ کتاب الجہاد کے باب ماجاء فی اشعار میں ایک حدیث، بواسطہ "سفیان عن ابی اسحاق عن المھلب عمن سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم" نقل کرنے کے بعد اس روایت پر سکوت کیا ہے اور اس کے متصل بعد فرماتے ہیں۔

"وروی عنہ عن المھلب بن ابی صفرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلا" (ترمذی مع التحفہ ص ۲۰۵ ج ۳)

ظاہر ہے دوسری سند کو مرسل کہنا اور پہلی پر سکوت کرنا اس کے متصل ہونے کی دلیل ہے۔

(۷) علامہ علی قاری حنفی اس سلسلہ سند پر بحث کے دوران فرماتے ہیں

"عن رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلھم عدول ...

جہالتہ لا تضر روایتہ"۔ مرقاۃ ص ۳۳۰ ج ۱)

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

"وقال فی المواھب الجہالۃ بالصحابی لا تضر ای لان الصحابۃ کلھم عدول"

(مرقاۃ ص ۲۶۸ ج ۴)

نیز یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ علامہ قاری نے یہاں جس روایت کے تحت یہ کلام نقل کیا ہے وہ مؤطا مالک کی ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام مالک کے نزدیک بھی یہ طریق سند صحیح ہے اور خود مولف احسن الکلام کو اعتراف ہے کہ مؤطا کی تمام روایات صحیح ہیں۔ فتدبرا

(۸) علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں ایک سے زائد مقام پر اس طریق سند کو صحیح اور متصل کہا ہے چنانچہ باب قراءۃ سورتین فی کل رکعۃ میں حدیث رجل من جہینۃ کے تحت فرماتے ہیں۔

"الحدیث سکت عنہ ابوداؤد والمنذری وقد قدمنا ان جماعۃ من ائمۃ الحدیث صرحوا بصلاحیۃ ما سکت عنہ ابوداؤد للاحتجاج ولیس فی اسنادہ مطعن بل رجالہ رجال الصحیح وجہالۃ الصحابی لا تضر عند الجمہور وھو الحق" (نیل ص ۲۳۰ ج ۲)

سکوت ابوداؤد و منذری حجت ہے یا نہیں اس کا یہاں محل نہیں۔ تاہم امام ابوداؤد کے نزدیک روایت "صالح" ہے اور ہمارے مخاطب صاحب کے "محقق نیموی" سکوت ابوداؤد و منذری کو حجت قرار دیتے ہیں چنانچہ باب صلوٰۃ العیدین بست تکبیرات زائد" میں حدیث ابو عائشہ کے تحت فرماتے ہیں۔

"اسنادہ حسن قلت سکت عنہ ابوداؤد ثم المنذری فسکوتھما یدل علی ان الحدیث صالح عندھما" (تعلیق الحسن ص ۲۵۰)

بنا بریں ہم ان دونوں محدثین کے نزدیک بھی یہ طریق صالح و حسن ہے۔ علامہ شوکانی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

"وجہالۃ الراوی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تضر لان جہالۃ الصحابی مغتفرۃ کما ذھب الی ذلک الجمہور ودلت علیہ الادلۃ الخ" (نیل ص ۲۸۵ ج ۲)

بلکہ علامہ شوکانی نے اسی مسئلہ کی بحث پر مستقل رسالہ "القول المقبول فی رد روایۃ المجہول من غیر صحابۃ الرسول" لکھا ہے (نیل ص ۲۸۵ ج ۲)

نیز ملاحظہ ہوں نیل ص ۲۸ و ۷۵ ج ۱، ص ۱۸۸، ۲۰۳ ج ۴ –

(۹) علامہ زیلعی فرماتے ہیں۔

"قال فی الامام وھذا رجال الصحیح وھو متصل علی مذھب الجماعۃ فی عدالۃ الصحابۃ وان جہالۃ اسماء ھم لا تضر" (نصب الرایہ ص۲۶۷ ج ۱)

مولانا محمد یوسف بنوری صاحب نے یہی قول معارف السنن ص۱۸۹ ج ۲ میں بھی نقل کیا ہے۔ اور یوں حدیث کی صحت کی تصریح کی ہے۔

(۱۰) علامہ المنذری سے اجمالاً اس سند کی تصحیح کا ثبوت تو آپ دیکھ چکے اب تصریح بھی سن لیجئے چنانچہ موصوف حدیث عن امرأۃ من بنی عبد الاشہل (جسے علامہ خطابی نے مجہول کہا ہے اور مولانا صفدر صاحب نے ان کے اس قول کو نقل کیا ہے) پر علامہ خطابی کے کلام پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ما قالہ الخطابی ففیہ نظر فان جہالۃ اسم الصحابی غیر مؤثرۃ فی صحۃ الحدیث"

(نقلاً عن العون ص۱۴۷ ج ۱)

(۱۱) مولانا خلیل احمد سہانپوریؒ علامہ خطابی کی عبارت نقل کرنے کے بعد اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

"قلت قد اجمعت الامۃ علی ان الصحابۃ کلھم عدول فلا یضر الجھل باعیانھم فالحدیث الذی رواہ امرأۃ من بنی عبد الاشہل لا مجال للمقال فیہ" (بذل المجہود ص۲۲۲ ج ۱)

خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں مولانا سہانپوریؒ نے اس مسلک پر اجماع امت نقل کیا ہے۔

(۱۲) حضرت نواب مولانا صدیق حسن خاں قنوجی لکھتے ہیں۔

"اذا قال الراوی عن رجل من الصحابۃ ولم یسمہ کان کل ذلک حجۃ ولا یضر الجہالۃ لثبوت عدالتھم علی العموم" (الحصول المامول من علم الاصول ص۳۳)

ناظرین کرام یہ ہے حضرات النواب کا اس سلسلہ سند کے متعلق صحیح قول جس کی تائید مسلک الختام سے بھی ہوتی ہے جسے مولانا صفدر صاحب نے غلط پیرائے میں نقل کیا ہے۔ فاحفظو ولا تغفلو۔

(۱۳) شیخ محمد راغب الطباخ معالم السنن ص ۱۱۹ ج ۱ کے حاشیہ ہی میں علامہ خطابی کی تردید کرتے ہوئے شیخ محمد بن احمد الملا الحلبی کے خط سے نسخۂ احمدیہ سے نقل فرماتے ہیں۔

"ھذا فیہ نظر فان الصحابۃ عصمہ و فوا الحال من الثقۃ والعدالۃ فالحجۃ قائمۃ بھم وان لم تعرف اسماء ھم والمرأۃ صحابیۃ بلا شبۃ" الخ۔

لیکن افسوس مولانا صفدر صاحب نے اس نقد پر قصداً التفات نہیں فرمایا۔

(۱۴) علامہ عینی حنفی حدیث صالح بن خوات عمن شہدت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت فرماتے ہیں۔

"ولا یقال ھذا روایۃ عن مجہول لان الصحابۃ کلھم عدول فلا یضر ذلک" (عمدۃ القاری ص۱۹۶ ج ۱۱)

اسی طرح ص ۵۳ ج ۱ میں فرماتے ہیں۔

"ولا یقال لمثل هذا الروایة عن مجهول لان الصحابة کلهم عدول"

(۱۵) علامہ القسطلانی بھی اسی سلسلہ سند کے متعلق فرماتے ہیں۔

"ولا یقال لمثل هذا الروایة عن مجهول لان الصحابة کلهم عدول"

(ارشاد الساری ص۳۱ ج۵)

(۱۶) مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں۔

"ولا یضر الجهل بالصحابی فان الصحابة کلهم عدول" (ظفر الامانی ص۱۵۳)

(۱۷) مولانا ظفر احمد تھانوی فرماتے ہیں۔

"جهالة الصحابی لا تضر صحة الحدیث فانهم کلهم عدول فلا یحتاج الی رفع الجهالة عنهم بتعدد الرواة ... وقال الآمدی فی الاحکام اتفق الجمهور من الائمة علی عدالة الصحابة مطلقا" (انهاء السکن ص ۵۱)

ہم نے یہ چند اقوال نقل کر دیئے ہیں۔ اس سلسلہ میں مزید تتبع کی جائے اور ان روایات کو جمع کیا جائے جن پر محدثین اور علمائے فن نے صحت کا حکم لگایا ہے تو یقیناً علامہ شوکانی کی طرح اس پر ایک رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ لیکن مولانا صفدر صاحب ایسے "وسیع مطالعہ" والے بزرگ (جیسا کہ مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب نے تقریظ (ص۲) میں اشارہ کیا ہے) سے نامعلوم سلف امت کی یہ تصریحات کیسے اوجھل رہیں! مولانا تو جمہوریت کے بڑے دلدادہ ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ حتی الامکان ان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے دعوی پر "جمہور" کا لیبل لگا کر (اگرچہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو) رعب جمایا جائے لیکن یہاں جمہور کا دامن محض مسلک کی غلط حمایت میں چھوڑا جا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کس قدر صحیح ہے۔ حبك الشئ یعمی ویصم او کما قال اس سے بڑھ کر تعجب انگیز بات یہ ہے کہ مولانا صفدر صاحب مرسل حدیث کو تو صحیح تسلیم کرتے ہیں حالانکہ اس میں یہ بھی معلوم نہیں کہ مروی عنہ کون ہے؟۔ صحابی ہے یا تابعی؟ اس کا سماع آنحضرتؐ سے صحیح ہے یا محض شرف رؤیت کی بنا پر صحابی باور کر لیا گیا ہے۔ اور اگر تابعی نے صحابی سمجھا ہے تو فی الواقعہ وہ صحابی ہے بھی یا نہیں؟ اسے صحابی سمجھ لینے میں وہم تو نہیں ہوا؟ یا یہ کہ جسے تابعی نے صحابی شمار کیا وہ کہیں منافقین کا در پردہ سرغنہ تو نہیں وغیرہ؟ ——

اندازہ فرمائیں یہ تمام اعتراض جو مولانا صفدر صاحب نے "رجل من اصحاب النبی" پر کیے ہیں سبھی بلکہ اس سے بڑھ کر حدیث مرسل پر عائد ہوتے ہیں۔ لیکن مرسل حدیث پھر بھی صحیح بلکہ مسند سے بھی اصح اور "عن رجل من اصحاب النبی" اور روایت مجہول و مردود اور ناقابل اعتبار ہے کوئی ظلم کی بھی انتہاء؟ ——

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کیشی کو　　بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے ستمگر پہلے

پھر حافظ ابن حزم اگر اس سلسلہ سند کو مجہول کہیں تو انہیں اس کا حق ہے۔ لانہ لا مناقشۃ فی الاصطلاح۔ جبکہ وہ مرسل کو صحیح نہیں کہتے۔ فن جرح و تعدیل میں ان کے اصول محدثین سے قدرے مختلف ہیں۔ اور اسی طرح اصول میں بھی انکا اختلاف معروف و مشہور ہے۔ اور خود مولانا صفدر صاحب کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ ان کا معاملہ رواۃ کی توثیق و تصنیف کے بارے میں بڑا نرالا ہے۔ (احسن ص۹۲ ج ۲) اگرچہ اس کے ثبوت امام ترمذی کو تمثیلاً پیش کرنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ جبکہ ان کا یہ قول قدیم ہے "المحلی" "الایصال" کے بعد کی تصنیف ہے۔ اور المحلی ص ۲۹۵، ۲۹۶ ج ۹ میں بواسطہ امام ترمذی ایک روایت بھی لائے ہیں۔ اور وہاں امام ترمذی پر کلام نہیں کیا۔ مزید یہ کہ حافظ ابوالولید الفرطبی م ۴۰۳ھ کی "المؤتلف والمختلف" میں امام ترمذی کا مبسوط ترجمہ منقول ہے۔ اور یہ بات ناممکن ہے کہ حافظ ابن حزم م ۴۵۶ھ جو ان کے معاصر اور ہم ملک ہیں کو وہ کتاب میسر نہ آئی ہو۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب میں امام ابن حزم کے اس قول پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ ہم نے اپنے مقالہ "امام ترمذی" میں اس پر تفصیل سے بسط سے کلام کیا ہے جو صحاح ستہ اور ان کے مؤلفین" میں مطبوع ہے۔ والحمد للہ علی ذلک

لیکن تعجب تو مولانا صفدر صاحب اور انہی کے ہم مشرب دوسرے احباب پر ہے جو مرسل کو تو صحیح تسلیم کرتے ہیں لیکن "عن رجل من اصحاب النبی" کو مجہول و مردود کہتے ہیں۔ نہ انہیں یہاں جمہور بلکہ بقول علامہ ابن قیم اور مولانا بنوری اجماعِ امت کی پرواہ ہے اور نہ ہی خود اپنے قواعد و ضوابط کی پابندی سے سروکار۔ لیکن اس کے باوجود خود کو پابند قواعد سمجھنا اور دوسروں (امام بیہقی) کو اس کی پابندی کی تلقین کرنا طرفہ تماشہ نہیں تو اور کیا ہے؟۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)